مولانا الطاف حُسین حالیؔ

(۱۸۳۷ء - ۱۹۱۴ء)

مولانا الطاف حسین حالیؔ پانی پت میں پیدا ہوئے۔ ان کے اجداد غیاث الدّین بلبن کے زمانے میں ہندوستان آئے۔ نو برس کے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ بھائیوں نے پرورش کی۔ تعلیم کی تکمیل دہلی کے علما کی صُحبت میں ہوئی۔ غالبؔ اور شیفتہؔ کی صُحبت سے بطورِ خاص فیض یاب ہوئے۔ سر سیّد سے بھی تعلقِ خاطر قائم ہوا۔ شیفتہؔ اور غالبؔ کے انتقال کے بعد لاہور آئے اور یہاں پنجاب بک ڈپو میں ملازمت کر لی۔ یہیں وہ انگریزی ادبیات سے متعارف ہوئے۔ جدید طرز کی نظمیں لکھیں اور اردو شاعری کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ ۱۸۸۷ء میں سرکارِ حیدر آباد سے سو روپیا ماہوار وظیفہ مقرر ہو گیا، تو ملازمت ترک کر کے باقی عمر تصنیف و تالیف میں بسر کر دی۔

حالیؔ کے اسلوبِ بیان کی سب سے نمایاں خوبی مدّعا نگاری ہے۔ حالیؔ کی غرض اپنے مضمون کو ادا کرنے اور مطالب کو وضاحت سے پیش کرنے کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ ان کی نثری تحریروں میں اعتدال و توازن کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ بے جا اختصار اور بے جا طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے، عبارت کو دل کش، سادہ اور مدلّل بنانے میں، حالیؔ اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ ہر بات کو سنجیدگی اور عقلیت کے ترازو میں تولتے ہیں، تخیّل اور جذبات سے دور رہتے ہوئے اپنے خیالات اور حقائق کو قاری تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رشید احمد صدیقی نے حالیؔ کے نثری اُسلوب کو اُردو نثر کا معیاری اُسلوب قرار دیا ہے۔

وہ سوانح نگار، مضمون نگار اور نقاد ہیں۔ سر سیّد احمد خاں کے قریبی اور با اعتماد ساتھیوں میں رہے۔ ان کی مشہور کتابوں میں ''حیاتِ جاوید''، ''یادگارِ غالب''، ''حیاتِ سعدیؒ''، ''مقدمۂ شعر و شاعری'' اور ''مد و جزرِ اسلام'' شامل ہیں۔ آخر الذکر کتاب یعنی مد و جزرِ اسلام ''مسدّسِ حالی'' کے نام سے بے حد مقبول ہوئی۔ ''مقدمۂ شعر و شاعری'' (جو دراصل ان کے دیوان کا طویل دیباچہ ہے) جدید اردو تنقید کا نقطۂ آغاز تصوّر کیا جاتا ہے۔

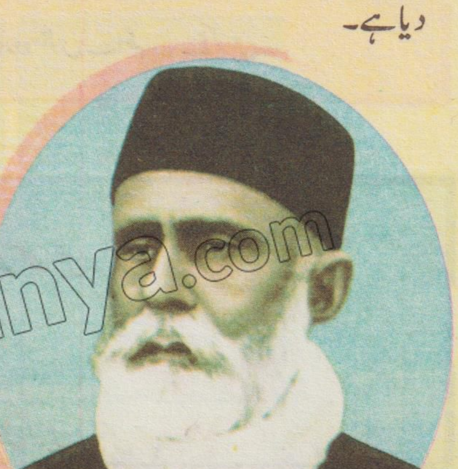

www.ilmkidunya.com

4

سر سیّد کا بچپن

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو سر سیّد احمد خاں کی ابتدائی زندگی اور بچپن کے اہم واقعات سے روشناس کرانا
- سر سیّد کے خاندانی پس منظر، تعلیمی ماحول اور شخصیت پر پڑنے والے اثرات کو سمجھنا
- سر سیّد کے بچپن کے تجربات کا موجودہ دور کے تعلیمی اور سماجی حالات سے موازنہ کرنا
- طلبہ میں تاریخی شخصیات کی سوانح عمری پڑھنے اور تجزیہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا

سر سیّد کے پیدا ہونے سے پہلے، ان کی بہن صفیۃ النسا بیگم اور ان کے بھائی سید محمد خاں پیدا ہو چکے تھے۔ سید محمد خاں کی ولادت کے بعد، چھے برس تک ان کے والدین کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا اس لیے سید احمد خاں کے پیدا ہونے کی ان کو نہایت خوشی ہوئی۔ وہ اپنے خاندان کے اکثر بچوں کی نسبت زیادہ قوی اور توانا اور ہاتھ پاؤں سے تن درست پیدا ہوئے تھے۔ وہ اپنی ماں کی زبانی بیان کرتے تھے کہ جب اُن کے نانا دوسری بار کلکتہ سے دِلّی میں آئے اور ان کو پہلی ہی بار دیکھا تو یہ کہا کہ "یہ تو ہمارے گھر میں جاٹ پیدا ہوا ہے۔"

سر سیّد کے بیان سے مفہوم ہوتا تھا کہ اُن کے بچپن میں جسمانی صحت اور فزیکل قابلیت کے سوا کوئی ایسی خصوصیت، جس سے ان کے بچپن کو معمولی لڑکوں کے بچپن پر بے تکلّف فوقیت دی جا سکے، نہیں پائی جاتی تھی۔ یعنی جیسے کہ بعضے بچے ابتدا میں نہایت ذکی اور طبّاع اور اپنے ہمجولیوں میں سب سے زیادہ تیز اور ہوشیار ہوتے ہیں، سر سیّد میں کوئی اس قسم کا صریح امتیاز نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اپنے قوائے ذہنیہ کو محض دماغی ریاضت اور لگاتار غور و فکر سے بتدریج ترقی دی تھی اور اسی لیے ان کی لائف کا آغاز معمولی آدمیوں کی زندگی سے کچھ زیادہ چمک دار معلوم نہیں ہوتا لیکن جس قدر آگے بڑھتے جایئے اسی قدر اس میں زیادہ عظمت پیدا ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ ہیرو کو معمولی آدمیوں کی سطح سے بالاتر کر دیتی ہے۔ اسی لیے بعض حکما کی یہ رائے ہے کہ محنت سے آدمی جو چاہے، سو کر سکتا ہے۔

الغرض جب سر سیّد پیدا ہوئے تو ان کے والد نے شاہ غلام علی صاحب سے نام رکھنے کی درخواست کی۔ شاہ صاحب ہی نے بڑے بھائی کا نام "محمد" رکھا تھا اور ان کا نام "احمد" رکھا۔ سر سیّد کے دادا، ان کے والد کی شادی ہونے سے پہلے قضا کر چکے تھے اور یہ اور ان کے بہن بھائی شاہ صاحب ہی کو دادا حضرت کہا کرتے تھے۔ سر سیّد کہتے تھے کہ شاہ صاحب کو بھی ہم سب سے ایسی ہی محبت تھی جیسی حقیقی دادا کو اپنے پوتوں سے ہوتی ہے، شاہ صاحب نے تاہُّل اختیار نہیں کیا تھا اور وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ: "گو خدا تعالیٰ نے مجھے اولاد کے جھگڑوں سے آزاد رکھا ہے لیکن متقی کی اولاد کی محبت ایسی دے دی ہے کہ اُس کے بچوں کی تکلیف یا بیماری مجھ کو بے چین کر دیتی ہے۔"

سر سیّد کو مسماۃ مان بی بی نے جو، ایک قدیم خیر خواہ خادمہ اُن کے گھرانے کی تھی، پالا تھا۔ اس لیے ان کو مان بی بی سے نہایت محبت تھی۔ وہ پانچ برس کے تھے جب مان بی بی کا انتقال ہُوا، ان کا بیان ہے کہ مجھے خوب یاد ہے کہ مان بی بی مرنے سے چند گھنٹے پہلے فالسہ کا شربت مجھ کو پلا

www.ilmkidunya.com

رہی تھی۔ جب وہ مرگئی تو مجھے اُس کے مرنے کا نہایت رنج ہوا۔ میری والدہ نے مجھے سمجھایا کہ وہ خدا کے پاس گئی ہے، بہت اچھے مکان میں رہتی ہے، بہت سے نوکر چاکر اس کی خدمت کرتے ہیں اور اس کی بہت آرام سے گزرتی ہے، تم کچھ رنج مت کرو۔ مجھ کو ان کے کہنے سے پورا یقین تھا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ مدّت تک ہر جمعرات کو اس کی فاتحہ ہوا کرتی تھی اور کسی محتاج کو کھانا دیا جاتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ سب کھانا مان بی بی کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اس نے مرتے وقت کہا تھا کہ میرا تمام زیور سید کا ہے، مگر میری والدہ اُس کو خیرات میں دینا چاہتی تھیں۔ ایک دن انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ اگر کہو تو یہ گہنا مان بی بی کے پاس بھیج دوں؟ میں نے کہا ہاں بھیج دو۔ والدہ نے وہ سب گہنا مختلف طرح سے خیرات میں دے دیا۔

بچپن میں سرسیّد پر نہ تو ایسی قید تھی کہ کھیلنے کُودنے کی بالکل پابندی ہو اور نہ ایسی آزادی تھی کہ جہاں چاہیں اور جن کے ساتھ چاہیں، کھیلتے کودتے پھریں۔ ان کی بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ خود ان کے ماموں، ان کی خالہ اور دیگر نزدیکی رشتہ داروں کے چودہ پندرہ لڑکے، ان کے ہم عمر تھے جو آپس میں کھیلنے کُودنے کے لیے کافی تھے اس لیے اُن کو نوکروں اور اجلافوں کے بچوں اور اشرافوں کے آوارہ لڑکوں سے ملنے جُلنے اور اُن کے ساتھ کھیلنے کا کبھی موقع نہیں ملا۔ اُن کے بزرگوں نے یہ اجازت دے رکھی تھی کہ جس کھیل کو تمھارا جی چاہے شوق سے کھیلو مگر کسی کھیل کو چھپا کر مت کھیلو۔ اس لیے سب لڑکے جو کھیل کھیلتے تھے، اپنے بڑوں کے سامنے کھیلتے تھے۔ اُن کے کھیلوں میں کوئی بات ایسی نہ ہوتی تھی جو اپنے بزرگوں کے سامنے نہ کر سکیں۔ خواجہ فرید کی حویلی جس میں وہ اور ان کے ہم عمر لڑکے رہتے تھے، اُس کا چوک اور اُس کی چھتیں ہر قسم کی بھاگ دوڑ کے کھیلوں کے لیے کافی تھیں۔ ابتدا میں وہ اکثر گیند بلّا، کبڈّی، گیڑیاں، آنکھ مچولی، چیل چلو وغیرہ کھیلتے تھے۔ اگرچہ گیڑیاں کھیلنے کو اشراف معیوب جانتے تھے، مگر ان کے بزرگوں نے اجازت دے رکھی تھی کہ آپس میں سب بھائی مل کر گیڑیاں بھی کھیلو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ان کا بیان تھا کہ ”باوجود اس قدر آزادی کے بچپن میں مجھے تنہا باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ جب میری والدہ نے اپنے رہنے کی جُدا حویلی بنائی اور وہاں آرہیں تو باوجودیکہ اس حویلی میں اور نانا صاحب کی حویلی میں صرف ایک سڑک درمیان تھی، جب کبھی میں ان کی حویلی میں جاتا تو ایک آدمی میرے ساتھ جاتا۔ اسی لیے بچپن میں مجھے گھر سے باہر جانے اور عام صحبتوں میں بیٹھنے یا آوارہ پھرنے کا بالکل اتفاق نہیں ہوا۔“

سرسیّد اپنے کھیل کود کے زمانے میں بہت مُستعِد، چالاک اور کسی قدر شوخ بھی تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکثر شوخی کیا کرتے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک بار میں شطرنج کھیلتے میں اپنے ایک رشتہ دار بھائی سے لڑ پڑا۔ میرے مُکّے سے اُس کے ہاتھ کی انگلی اُتر گئی اور کئی دن بعد اچھی ہوئی۔ ہمیشہ یوں ہی لڑائی بھڑائی مار کٹائی ہوتی تھی، مگر آخر کو سب ایک ہو جاتے تھے۔

سرسیّد لکھتے ہیں کہ میرے نانا صبح کا کھانا اندر زنانے میں کھاتے تھے۔ ایک چوڑا چکلا دستر خوان بچھتا تھا۔ بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں اور بیٹوں کی بیویاں سب اُن کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ بچوں کے آگے خالی رکابیاں ہوتی تھیں۔ نانا صاحب ہر ایک سے پوچھتے تھے کہ کون سی چیز کھاؤ گے۔ جو کچھ وہ بتاتا وہی چیز چمچے میں لے کر اپنے ہاتھ سے اُس کی رکابی میں ڈال دیتے۔ تمام بچے بہت ادب

www.ilmkidunya.com

اور صفائی سے اُن کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ سب کو خیال رہتا تھا کہ کوئی چیز گرنے نہ پائے، ہاتھ کھانے میں زیادہ نہ بھرے اور نوالا چبانے کی آواز منہ سے نہ نکلے۔ رات کا کھانا وہ باہر دیوان خانے میں کھاتے تھے۔ میری والدہ اور میری چھوٹی خالہ کھانا کھلانے آتی تھیں۔ ہم سب لڑکے اُن کے سامنے بیٹھتے تھے۔ ہم کو بڑی مشکل پڑتی تھی۔ کسی کے پاؤں کا دھبا سفید چاندنی پر لگ جاتا تھا تو نہایت ناراض ہوتے تھے۔ روشنائی وغیرہ کا دھبا کسی کے کپڑے پر ہوتا تھا اُس سے بھی ناخوش ہوتے تھے۔ شام کو چراغ جلنے کے بعد، ان کے پوتے اور نواسے جو مکتب میں پڑھتے تھے اور جن میں سے ایک میں بھی تھا، ان کو سبق سنانے جاتے تھے۔ جس کا سبق اچھا یاد ہوتا اُس کو کسی قسم کی عمدہ مٹھائی ملتی اور جس کو یاد نہ ہوتا اس کو کچھ نہ دیتے اور گھُرک دیتے۔

گرمی اور برسات کے موسم میں اب بھی دِلّی کے اکثر باشندے سہ پہر کو جمنا پر جا کر پانی کی سیر دیکھتے ہیں اور تیرنے والے تیرتے ہیں۔ مگر پچاس برس پہلے وہاں اشراف تیرنے والوں کے بہت دل چسپ جلسے ہوتے تھے۔ سر سیّد کہتے تھے کہ میں نے اور بڑے بھائی نے اپنے والد سے تیرنا سیکھا تھا۔ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ ایک طرف دِلّی کے مشہور تیراک مولوی علیم اللہ کا غول ہوتا تھا، جن میں مرزا مغل اور مرزا طغل بہت سر برآوردہ اور نامی تھے اور دوسری طرف ہمارے والد کے ساتھ سَوا سَوا سَو شاگردوں کا گروہ ہوتا تھا۔ یہ سب ایک ساتھ دریا میں کودتے تھے اور مجنوں کے ٹیلے سے شیخ محمد کی بائیں تک یہ سارا گروہ تیرتا جاتا تھا۔ پھر جب ہم دونوں بھائی تیرنا سیکھتے تھے اُس زمانے میں بھی تیس چالیس آدمی والد کے ساتھ ہوتے تھے۔ اُنھی دنوں میں نواب اکبر خاں اور چند اور رئیس زادے بھی تیرنا سیکھتے تھے۔ زینت المساجد کے پاس نواب احمد بخش خاں کے باغ کے نیچے جمنا بہتی تھی، وہاں سے تیرنا شروع ہوتا تھا۔ مغرب کے وقت سب تیراک زینت المساجد میں جمع ہو جاتے تھے اور مغرب کی نماز جماعت سے پڑھ کر اپنے اپنے گھر چلے آتے تھے۔ میں ان جلسوں میں اکثر شریک ہوتا تھا۔

تیر اندازی کی صحبتیں بھی سر سیّد کے ماموں نواب زین العابدین خاں کے مکان پر ہوتی تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے ماموں اور والد کے شوق کا وہ زمانہ جب کہ نہایت دھوم دھام سے تیر اندازی ہوتی تھی یاد نہیں، مگر جب دوبارہ تیر اندازی کا چرچا ہوا، وہ بخوبی یاد ہے۔ اُس زمانے میں دریا کا جانا موقوف ہو گیا تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد تیر اندازی شروع ہوتی تھی۔ نواب فتح اللہ بیگ خاں، نواب سید عظمت اللہ خاں، نواب ابراہیم علی خاں اور چند شاہ زادے اور رئیس اور شوقین اس جلسہ میں شریک ہوتے تھے۔ نواب شمس الدین خاں رئیس فیروز پور جھرکہ جب دِلّی میں ہوتے تھے تو وہ بھی آتے تھے۔ میں نے بھی اُسی زمانے میں تیر اندازی سیکھی اور مجھ کو خاصی مشق ہو گئی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ میر اَلتّانہ، جو تودے سے میں نہایت صفائی اور خوبی سے جا کر بیٹھا تو والد بہت خوش ہوئے اور کہا "مچھلی کے جائے کو کون تیرنا سکھائے۔" یہ جلسہ برسوں تک رہا، پھر موقوف ہو گیا۔

اہل اللہ اور مُقدّس لوگوں کی عظمت کا خیال بچپن سے سر سیّد کے دل میں بٹھایا گیا تھا۔ وہ اپنے والد کے ساتھ اکثر شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں جاتے تھے اور شاہ صاحب سے ان کی عقیدت کا رنگ اپنی آنکھ سے دیکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ مرزا صاحب کے عرس میں شاہ صاحب ایک روپیا ان کے مزار پر چڑھایا کرتے تھے اور اس روپیا کے لینے کا حق میرے والد کے سوا اور کسی کو نہ تھا۔ ایک دفعہ عرس کی تاریخ سے کچھ پہلے ایک مرید نے شاہ صاحب سے اجازت لے لی کہ اب کی بار نذر کا روپیا مجھے عنایت ہو۔ میرے والد کو بھی خبر ہو گئی۔

جب شاہ صاحب نے روپیا چڑھانے کا ارادہ کیا تو والد نے عرض کی کہ حضرت! میرے اور میری اولاد کے جیتے جی آپ نذر کا روپیا لینے کی اوروں کو اجازت دیتے ہیں! شاہ صاحب نے فرمایا نہیں نہیں تمھارے سوا کوئی نہیں لے سکتا۔ میرا اس وقت صغیر سن تھا۔ جب شاہ صاحب نے روپیا چڑھایا، والد نے مجھ سے کہا جاؤ روپیا اٹھالو، میں نے آگے بڑھ کر روپیا اٹھالیا۔

دِلّی سے سات کوس مغل پور ایک جاٹوں کا گاؤں ہے۔ وہاں سرسیّد کے والد کی کچھ مِلک بطور معافی کے تھی۔ اگر کبھی فصل کے موقع پر اُن کے والد مغل پور جاتے تو ان کو بھی اکثر اپنے ساتھ لے جاتے اور ایک ایک ہفتہ گاؤں میں رہتے۔ سرسیّد کہتے تھے کہ اس عمر میں گاؤں میں جا کر رہنا، جنگل میں پھرنا، عمدہ دودھ اور دہی اور تازہ تازہ گھی اور جاٹنیوں کے ہاتھ کی پکی ہوئی باجرے یا مکئی کی روٹیاں کھانا نہایت ہی مزہ دیتا تھا۔

سرسیّد کے والد کو اکبر شاہ کے زمانے میں ہر سال تاریخِ جلوس کے جشن پر پانچ پارچہ اور تین رقوم جواہر کا خلعت عطا ہوتا تھا مگر اخیر میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، انھوں نے دربار کا جانا کم کر دیا تھا اور اپنا خلعت سرسیّد کو باوجود یکہ اُن کی عمر کم تھی، دلوانا شروع کر دیا تھا۔

سرسیّد کہتے تھے کہ ایک بار خلعت ملنے کی تاریخ پر ایسا اتفاق ہوا کہ والد بہت سویرے اٹھ کر قلعہ چلے گئے اور میں بہت دن چڑھے اٹھا۔ ہر چند بہت جلد گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں پہنچا مگر پھر بھی دیر ہوگئی۔ جب لال پردہ کے قریب پہنچا تو قاعدہ کے موافق اوّل دربار میں جا کر آداب بجالانے کا وقت نہیں رہا تھا۔ داروغہ نے کہا کہ بس اب خلعت پہن کر ایک ہی دفعہ دربار میں جانا۔ جب خلعت پہن کر میں نے دربار میں جانا چاہا تو دربار برخاست ہو چکا تھا اور بادشاہ تخت پر سے اُٹھ کر ہوادار پر سوار ہو چکے تھے۔ بادشاہ نے مجھے دیکھ کر والد سے جو اس وقت ہوادار کے پاس ہی تھے، پوچھا کہ ”تمھارا بیٹا ہے؟“ انھوں نے کہا ”حضور کا خانہ زاد۔“ بادشاہ چپکے ہو رہے۔ لوگوں نے جانا کہ بس اب محل میں چلے جائیں گے، مگر جب تسبیح خانہ میں پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے۔ تسبیح خانہ میں بھی ایک چبوترا بنا ہوا تھا جہاں کبھی کبھی دربار کیا کرتے تھے۔ اُس چبوترے پر بیٹھ گئے اور جواہر خانے کے داروغہ کو کشتی جواہر حاضر کرنے کا حکم دیا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ بادشاہ نے مجھے اپنے سامنے بلایا اور کمال عنایت سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ دیر کیوں کی؟ حاضرین نے کہا، عرض کرو کہ تقصیر ہوئی۔ مگر میں چپکا کھڑا رہا۔ جب حضور نے دوبارہ پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ سو گیا تھا۔ بادشاہ مسکرائے اور فرمایا بہت سویرے اٹھا کرو اور ہاتھ چھوڑ دیے۔ لوگوں نے کہا آداب بجالاؤ، میں آداب بجالایا۔ بادشاہ نے جواہرات کی معمولی رقمیں اپنے ہاتھ سے پہنائیں، میں نے نذر دی اور بادشاہ اُٹھ کر خاص ڈیوڑھی سے محل میں چلے گئے۔ تمام درباری میرے والد کو بادشاہ کی اس عنایت پر مبارک سلامت کہنے لگے۔ سرسیّد کہتے تھے کہ اس زمانہ میں میری عمر آٹھ نو برس کی ہوگی۔

(حیاتِ جاوید)

www.ilmkidunya.com

مشق

1 سبق ''سرسیّد کا بچپن'' کی روشنی میں درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

i سرسیّد احمد خاں کی ولادت ان کے بھائی (سیّد محمد خاں) کی ولادت کے کتنے عرصے بعد ہوئی؟

ii حکما نے محنت کے بارے میں کیا رائے دی ہے؟

iii سرسیّد احمد خاں کے منھ بولے دادا کون تھے؟

iv ماں بی بی کون تھیں اور ان کا سرسیّد احمد خاں کے بچپن میں کیا کردار تھا؟

v اپنے بچپن اور لڑکپن میں سرسیّد احمد خاں کس قسم کے کھیل کھیلتے رہتے تھے؟

vi سرسیّد احمد خاں کو بادشاہ کے دربار سے کیا انعام ملا؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

(i) سرسیّد احمد خاں کی بہن کا نام تھا:

(الف) آصفۃ النسا بیگم (ب) صفیۃ النسا بیگم (ج) زینت النسا بیگم (د) گل آرا بیگم

(ii) سرسیّد کا نام رکھا تھا:

(الف) شاہ ولی اللہ نے (ب) شاہ عبدالعزیز نے (ج) شاہ غلام علی نے (د) شاہ متقی نے

(iii) سرسیّد احمد خاں کے نانا جان صبح کا کھانا کھاتے تھے:

(الف) کمرے میں (ب) دیوان خانے میں (ج) زنانے میں (د) مردانے میں

(iv) سرسیّد احمد خاں نے تیراکی کا فن سیکھا، اپنے:

(الف) والد صاحب سے (ب) بڑے بھائی سے (ج) دوستوں سے (د) عم زاد سے

(v) مرزا صاحب کے عرس میں شاہ صاحب ان کے مزار پر نذرانہ چڑھاتے تھے:

(الف) ایک روپیا (ب) دو روپیا (ج) پانچ روپیا (د) سات روپیا

(vi) ''ہوادار'' نام ہے ایک:

(الف) دیوان خانے کا (ب) زنان خانے کا (ج) تیز گھوڑے کا (د) پالکی کی قسم کی سواری کا

(vii) سرسیّد احمد خاں کے والد کو اکبر شاہ کے زمانے میں جشن کے موقع پر ملتے:

(الف) پانچ پارچہ جات (ب) پانچ رقوم جواہر خلعت

(ج) تین رقوم جواہر کا خلعت (د) پانچ پارچہ اور تین رقوم جواہر کا خلعت

3 سبق ''سرسیّد کا بچپن'' کے اہم نکات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے الفاظ میں خلاصہ تحریر کریں۔

www.ilmkidunya.com

4 درج ذیل الفاظ کی مدد سے پیراگراف مکمل کریں:

بتدریج، قوائے ذہنیہ، دماغی ریاضت، مفہوم، معمولی، فزیکل قابلیت، طباعی، ذکی، صریح امتیاز، بے تکلف، ہمجولیوں

سرسیّد کے بیان سے ۔۔۔۔ ہوتا تھا کہ ان کے بچپن میں جسمانی صحت اور ۔۔۔۔ کے سوا کوئی ایسی خصوصیت، جس سے ان کے بچپن کو ۔۔۔۔ لڑکوں کے بچپن پر ۔۔۔۔ فوقیت دی جا سکے، نہیں پائی جاتی تھی۔ یعنی جیسے کہ بعضے بچے ابتدا میں نہایت ۔۔۔۔ اور ۔۔۔۔ اور اپنے ۔۔۔۔ میں سب سے زیادہ تیز اور ہوشیار ہوتے ہیں، سرسیّد میں کوئی اس قسم کا ۔۔۔۔ نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے ۔۔۔۔ کو محض ۔۔۔۔ اور لگا تار غور و فکر سے ۔۔۔۔ ترقی دی تھی۔

5 مولانا الطاف حسین حالی کی سوانح نگاری پر شبلی نعمانی نے کیا رائے دی تھی؟ تائید یا تردید میں دلائل فراہم کریں۔

6 سبق کے متن میں سے ایسے الفاظ، تراکیب، محاورات اور اصطلاحات کی فہرست تیار کریں جو فی زمانہ کم استعمال ہوتے ہیں یا سرے سے متروک ہو چکے ہیں۔

7 سرسید احمد خاں کے بچپن کے حالات کا آپ نے مطالعہ کیا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ سرسیّد کے اس ابتدائی دور سے ان کے مستقبل کی مضبوط علمی، ادبی، سیاسی اور مذہبی شخصیت کا پتا ملتا ہے یا نہیں؟

8 ''مچھلی کے جائے کو کون تیرنا سکھائے۔'' اس ضرب المثل کی روشنی میں سرسید احمد خاں کو پیش آنے والے واقعے کو بیان کریں۔

9 مندرجہ ذیل پیراگراف کی تشریح کریں اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی بھی لکھیں۔

تیر اندازی کی صحبتیں بھی سرسیّد کے ماموں نواب زین العابدین خاں کے مکان پر ہوتی تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے ماموں اور والد کے شوق کا وہ زمانہ جب کہ نہایت دھوم دھام سے تیر اندازی ہوتی تھی یاد نہیں، مگر جب دوبارہ تیر اندازی کا چرچا ہوا وہ بخوبی یاد ہے۔ اس زمانے میں دریا کا جانا موقوف ہو گیا تھا۔

10 درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کریں:

جسمانی صحت، تامّل اختیار کرنا، فی الواقع، مضائقہ، عقیدت، صغر سن، تقصیر، خانہ زاد، متعدّد، عنایت

11 درج ذیل پیراگراف کا بغور مطالعہ کریں اور دیے گئے سوالات کے جوابات تحریر کریں:

ان دنوں موسمی اور ماحولیاتی تبدیلیاں دنیا بھر کے لیے ایک بڑا چیلنج بن چکی ہیں۔ درجۂ حرارت میں اضافہ، جنگلات کی بے تحاشا کٹائی، آلودگی اور گلیشیرز کے پگھلنے کی وجہ سے فطرت کا توازن بگڑنے لگا ہے۔ ان تبدیلیوں کے نتیجے میں سیلاب، خشک سالی اور موسمیاتی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے جو انسانی زندگی، حیاتیاتی تنوع اور معیشت کو متاثر کر رہا ہے۔ اگر ہم نے فوری طور پر اقدامات نہ کیے تو آنے والی نسلیں شدید مسائل کا شکار ہو سکتی ہیں۔

www.ilmkidunya.com

سوالات

۱۔ موسمی تبدیلیوں کی بنیادی وجوہات کیا ہیں؟

۲۔ موسمیاتی اور ماحولیاتی تبدیلیوں کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟

۳۔ ہمیں ماحولیاتی تحفظ کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

۴۔ عبارت کا مناسب عنوان تجویز کریں۔

علاماتِ وقف

علامات، علامت کی جمع ہے، جب کہ اوقاف، وقف کی جمع ہے۔ وقف کی علامات کا جاننا اور ان کا درست استعمال کرنا بہت ضروری ہے۔ وقف کی علامات عبارت میں موجود مختلف اسموں، ضمیروں، باتوں اور جملوں کو الگ کرتی ہیں۔ اگر یہ علامات نہ ہوں تو عبارت کو پڑھنا اور سمجھنا دشوار ہو جائے۔

علامات کا اردو نام	شکل	انگریزی نام
سکتہ	،	Comma
وقفہ	؛	Semi-colon
رابطہ	:	Colon
استفہامیہ	؟	Sign of Interogatio
تفصیلیہ	:۔	Colon and Dash
ختمہ	۔	Full Stop
ندائیہ/فجائیہ	!	Sign of Exclamatio
واوین	“ ”	Inverted Commas
قوسین	()	Brackets
ترچھا خط/خطِ فاصل	/	Oblique

سکتہ یہ علامت، سب سے کم وقفے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

وقفہ یہ علامت، جملے میں سکتے سے زیادہ ٹھہراؤ کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

رابطہ یہ علامت، جملے میں وقفے سے زیادہ ٹھہراؤ کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ کسی کے قول، فرمان، حوالے سے پہلے اور جملے میں ربط پیدا کرنے کے لیے رابطے کی علامت استعمال ہوتی ہے۔

ختمہ یہ علامت، بیانیہ جملے کے اختتام پر لگاتے ہیں۔

تفصیلیہ یہ علامت کسی بات کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے استعمال ہوتی ہے۔

استفہامیہ یہ علامت، استفہامیہ جملے کے آخر میں لگائی جاتی ہے۔

www.ilmkidunya.com

ندائیہ/فجائیہ یہ علامت، تحریر و تقریر میں غصہ، حقارت، حیرت، تمنا، ادب، خوف، تعریف و تحسین، خوشی وغیرہ، جیسے جذبات کو ظاہر کرنے پر لگائی جاتی ہے۔

واوین یہ علامت کسی اقتباس کا اندراج کرتے وقت اس قول یا اقتباس کے آغاز اور آخر میں لگائی جاتی ہے۔

قوسین یہ علامت، جملہ معترضہ کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

ترچھا خط یہ علامت "یا" کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ یہ علامت دو لفظوں کے درمیان آتی ہے، مثلاً: عدالتی/قانونی وغیرہ۔

روز مرہ، محاورہ اور ضرب المثل

روز مرہ روز مرہ اس بول چال کا نام ہے جو، خاص اہلِ زبان استعمال کرتے ہیں۔ روز مرہ میں الفاظ کے استعمال کا ایک خاص انداز ہوتا ہے، مثلاً: انیس بیس کا فرق، دو چار ہاتھ وغیرہ۔

محاورہ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا ایسا مجموعہ، جس سے حقیقی کے بجائے مجازی معنی مراد لیے جائیں، اسے محاورہ کہتے ہیں، مثلاً: آبرو خاک میں ملانا، آسمان سے باتیں کرنا وغیرہ۔

ضرب المثل ضرب المثل عربی زبان کی ترکیب ہے۔ اردو میں اس کے لیے "کہاوت" کی اصطلاح مستعمل ہے۔ ضرب المثل سے مراد روز مرہ زندگی کے بارے میں ایسا جملہ ہے جو کسی خاص رویّے، حقیقت یا اصول کو بیان کرے، مثلاً:

اُلٹے بانس بریلی کو، آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل، اونچی دکان پھیکا پکوان وغیرہ۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ایک طالب علم سر سیّد احمد خاں کا فرضی کردار ادا کرے جب کہ دوسرا طالب علم اس سے انٹرویو کی شکل میں سوالات کرے۔
- طلبہ گروپ بنائیں اور ہر گروپ سر سیّد احمد خاں کے بچپن کے دور کے حوالے سے متاثر کن واقعات بیان کریں۔
- مولانا الطاف حسین حالی کی تحریر کردہ سوانح عمری "حیاتِ جاوید" لائبریری سے جاری کروائیں اور اس کا جستہ جستہ مطالعہ کلاس میں پیش کریں۔
- سبق "سر سیّد کا بچپن" میں سر سیّد احمد خاں کے عہد کی دِلّی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس دور کے شہروں، قصبوں، کھیل تماشوں، شغل اشغال، شخصیات، زبان و بیان، دربار، ملبوسات، پکوان وغیرہ جیسی تہذیبی و تمدنی روایات کے بارے میں تفصیل سے پڑھیں اور کمرہ جماعت میں گفتگو کریں۔

اشاراتِ تدریس

- سر سیّد احمد خاں کی شخصیت اور خدمات کے حوالے سے طلبہ کو بتائیں اور ان سے گفت گو بھی کریں۔
- طلبہ کو بتائیں کہ بچپن کی محنت اور رہ نمائی مستقبل پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔
- طلبہ سے کہیں کہ وہ اپنے دورِ بچپن کا موازنہ سر سیّد احمد خاں کے دور سے کریں۔

www.ilmkidunya.com